حصہ دوم

سوال نمبر 02

س: اسلام میں توحید (اللہ کی وحدانیت) کے تصور کی وضاحت کریں۔ یہ عقیدہ مومنوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:

(i) تعارف اور توحید کی اہمیت:

توحید اسلام کا بنیادی ستون، ایمان کی روح اور دین کی اساس ہے۔ کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں پہلا جز، یعنی توحید، ہی تمام اسلامی تعلیمات کا محور ہے۔ اسلام کے نزدیک، کسی بھی فرد کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا یا اس کے تمام اعمال کا قبول کرنا صرف اسی وقت ممکن ہے جب وہ توحید کے تصور کو دل و جان سے قبول کرے۔ توحید صرف ایک مذہبی عقیدہ نہیں۔ بلکہ ایک مکمل فلسفۂ حیات ہے۔ جو مومن کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو یکسر تبدیل کر دیتا ہے۔

(ii) توحید کا لغوی اور اصطلاحی تصور

لغوی معنی:-

توحید عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو "وَحد" سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ "ایک کرنا" یا "یکتا ماننا"۔

اصطلاحی معنی:-

اسلامی اصطلاح میں توحید کا مطلب ہے:

- اللہ کی وحدانیت کا اقرار: یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں اکیلا ہے۔ اور اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔
- عبادت میں یکتا پرستی: یہ تسلیم کرنا کہ عبادت، بندگی اور اطاعت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔

توحید کا یہ تصور سورۃ اخلاص میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

> ترجمہ: کہہ دو کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے،
> نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور کوئی
> اسکا ہمسر نہیں۔

-iii-

اقسام توحید (توحید کے بنیادی پہلو)

علمائے اسلام نے توحید کے تصورات کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ تاکہ اس کی جامعیت کو واضح کیا جا سکے۔

الف: توحید ربوبیت:-

اس کا مطلب ہے کہ کائنات کا خالق (پیدا کرنے والا)، مالک، رازق (رزق دینے والا)، مدبر (نظام چلانے والے) اور حاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نظام کائنات میں اس کا کوئی شریک یا مددگار نہیں ہے۔ مومن کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا صرف ایک اللہ ہے

ب: توحید الوہیت یا توحید عبادت

یہ توحید کا سب سے عملی پہلو ہے۔ اسکا مطلب ہے۔ کہ تمام عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نذر و نیاز، دعا) اور بندگی صرف اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ یہ عقیدہ بندے کو غیر اللہ کے آگے سجدہ، جھکنے، یا ان سے مدد مانگنے سے روکتا ہے۔

ج: توحید اسماء و صفات

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات (جیسے علم، قدرت، حیات، سمع و بصر) نہ صرف کامل ہیں۔ بلکہ وہ تمام عیوب سے پاک ہیں۔ کسی بھی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک یا مماثل نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ مثلاً، اللہ کی صفات علم مطلق ہے۔ اور کسی انسان کا علم اس کے علم جیسا نہیں ہو سکتا۔

توحید کا انفرادی زندگی پر اثر

توحید کا عقیدہ فرد کی سوچ، کردار اور خواہشات پر گہرے اور انقلابی اثرات مرتب کرتا ہے۔

۱- عزتِ نفس اور خودداری:

مومن صرف ایک اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔ جو پوری کائنات کا خالق ہے۔ یہ عقیدہ اس کے اندر بے پناہ عزتِ نفس اور خودداری پیدا کرتا ہے۔ اور وہ کسی دوسرے انسان، کسی طاقتور بادشاہ یا کسی بت کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔

۲- بے خوفی اور شجاعت:

جس شخص کا یہ پختہ ایمان ہو۔ کہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔ تو اس کے دل سے ہر قسم کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔ وہ نہ موت سے ڈرتا ہے اور نہ رزق کی کمی کے اندیشے سے۔ اور یہی احساس اس کے کردار میں شجاعت اور دلیری پیدا کرتا ہے۔

۳- اخلاص اور مقصدیت:

توحید پرست کا ہر عمل صرف اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کا ایک واضح مقصد ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کی عبادات اور اطاعت۔ جس کی وجہ سے اس کی زندگی یکسو اور منظم ہو جاتی ہے۔ اور وہ فضول کاموں سے پرہیز کرتا ہے۔

۴- صبر، قناعت اور توکل:

جب انسان جانتا ہے۔ کہ تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں۔ تو وہ ہر مشکل اور مصیبت پر صبر کرتا ہے۔ اور ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اور دنیاوی خواہشات میں مگن ہونے کے بجائے قناعت اختیار کرتا ہے۔ اور صرف اللہ پر توکل کرتا ہے۔

۵- اخلاقی پاکیزگی اور ذمہ داری:

توحید بندے کو یہ احساس دلاتی ہے۔ کہ وہ

اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔ (انسان جوابدہی) - یہ احساس اسے برائی اور ظلم سے روکتا ہے۔ اور وہ اپنی نفس کے ساتھ نیک اعمال کرتا ہے کہ اسے ان کا اجر پورا ملے گا۔

- مقصد ۵ -

- توحید کا اجتماعی زندگی پر اثر: -

توحید وہ بنیادی نظریہ ہے جو اسلامی معاشرے اور ریاست کی تشکیل کرتا ہے۔ اور انسانی تعلقات میں انقلاب لاتا ہے۔

۱- مساوات اور اخوت اسلامی:

جب تمام انسانوں کا خدا ایک ہے۔ تو ان میں نسلی، لسانی یا طبقاتی تفریق کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ تو سب انسانوں کو ایک ہی باپ (آدم) کی اولاد اور ایک ہی معبود کے بندے قرار دے کر مساوات اور اخوت کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ نسل پرستی اور ذات پات جیسے عام بتوں کو پاش پاش کر دیتی ہے۔

۲- عدل و انصاف پر مبنی نظام:-

توحید کا عقیدہ معاشرے میں عدل و انصاف کی ضمانت دیتا ہے۔ جب حکمران اور عوام سب ایک ہی خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ تو نہ کوئی حکمران ظلم کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی عام آدمی بے اعمالی پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ اللہ کی حاکمیت کا تصور ہر فرد کو قانون کی نظر میں برابر کر دیتا ہے۔

۳. نظام حیات کی وحدت:

توحید کی وجہ سے موضوع کا پورا نظام حیات، بشمول سیاست، معیشت، قانون اور تعلیم، ایک ہی مرکز (اللہ کی رضا) کے گرد گھومتا ہے۔ معاشرہ مختلف خداؤں، نظریات، یا مفادات میں تقسیم نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک متحدہ نظام ~~[illegible]~~ حیات کے تحت پروان چڑھتا ہے۔

۴- امن، نظم و ضبط اور اطاعت:

توحید ایک پرامن اور منظم معاشرے کی بنیاد رکھتی ہے۔ جب تمام افراد رضاکارانہ طور پر ایک ہی مرکز (اللہ کے حکم) کی اطاعت کرتے ہیں۔ تو نظم و ضبط قائم ہوتا ہے۔ اور معاشرتی انتشار ختم ہوتا ہے۔

۵- آفاقی عبادت کا تصور:

توحید کسی ایک قوم، علاقے یا قبیلے کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ آفاقی اور عالمگیر ہے۔ لہٰذا اس پر یقین رکھنے والا معاشرہ دنیا کی تمام قوموں کے لیے وحدت اور ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور عالمی انسانیت کی قیادت کا فریضہ انجام دیتا ہے

(۷)

نتیجہ

توحید اسلام کا صرف ایک نظریاتی عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ زندگی کو دیکھنے کا مکمل اور جامع نقطہ نظر ہے۔ یہ فرد کو روحانی آزادی، اخلاقی پختگی اور کردار کو بلندی عطا کرتا ہے۔ اجتماعی سطح پر، توحید کی بنیاد پر قائم ہونے والا معاشرہ، عدل، مساوات، اخوت اور نظم و ضبط کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔ یہ عقیدہ ہر مومن کو یہ ایک ابدی نصب العین عطا کرتا ہے۔ کہ اس کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اور یہی مقصد اسے دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

سوال نمبر 04

س: مسلم دنیا میں انتہا پسندی کے اسباب کا تنقیدی جائزہ لیں۔ امن، رواداری اور اعتدال کو فروغ دینے کے لیے اسلامی تعلیمات کو کس طرح عملی طور پر نافذ کیا جا سکتا ہے۔

جواب:

(i)

تعارف:-

عصرِ حاضر میں انتہا پسندی امتِ مسلمہ کو درپیش سب سے سنگین چیلنج ہے۔ جو عالمی سطح پر اسلام کی غلط عکاسی اور مسلمانوں کے تشخص کو متاثر کر رہا ہے۔ انتہا پسندی ایک ایسا رویہ ہے۔ جس میں کوئی فرد یا گروہ اپنے مذہبی، سیاسی اور نظریاتی مقاصد کے حصول کے لیے عدم رواداری، تشدد اور قانون شکنی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ یہ جائزہ مسلم دنیا میں انتہا پسندی کے حقیقی

اور پیچیدہ اسباب کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی قرآن و سنت کی روشنی میں امن، اعتدال اور رواداری کو عملی طور پر فروغ دینے کے لیے ٹھوس لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔

ii

انتہا پسندی کے اسباب کا تنقیدی جائزہ

انتہا پسندی کسی ایک عامل کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ سیاسی، سماجی، اقتصادی اور نظریاتی عوامل کے باہمی امتزاج سے پیدا ہونے والا ایک پیچیدہ مظہر ہے۔

الف: سیاسی و جیو پولیٹیکل عوامل

• غیر ملکی مداخلت اور تسلط کا احساس: مسلم ممالک کے داخلی امور میں طاقتور عالمی قوتوں کی مسلسل مداخلت، فوجی کارروائیوں اور ڈرون حملوں نے مقامی آبادی میں شدید غم اور عدم تحفظ پیدا کیا ہے۔ یہ احساس کہ "اسلامی زمین" بیرونی طاقتوں کے زیر تسلط ہے۔ انتہا پسند گروہوں کے لیے بھرتی کا سب سے بڑا محرک ہے۔

> مثال: عراق اور شام میں داعش کی پیدائش اور فروغ جو امریکہ کے زیر قیادت اتحاد کی جنگوں کے بعد پیدا ہونے والا سیاسی اور انتظامی خلاء کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

• آمرانہ طرز حکمرانی اور جمہوری خلاء: بیشتر مسلم ممالک میں طویل عرصے سے قائم آمرانہ یا موروثی حکومتیں عوام کو سیاسی عمل اور احتجاج کا کوئی پرامن راستہ فراہم نہیں کرتیں۔ جب لوگوں کو ریاست پر بھروسہ نہیں رہتا۔ اور وہ انصاف و تبدیلی کے لیے پرامن راستوں سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ تو وہ پرتشدد اور زیر زمین انتہا پسند تنظیموں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جو "انصاف" اور "خلافت" کے نعرے لگاتی ہیں۔

• ناانصافی اور پالیسی تشدد: ریاست کی جانب سے مخصوص فرقوں یا نسلی گروہوں کے ساتھ امتیازی سلوک، انسانی حقوق کی خلاف ورزی، انتہا پسندانہ جوابی کارروائیوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ گروہ مظلومیت کا بیانیہ بنا کر اپنی صفوں میں اضافہ کرتے ہیں۔

ب: سماجی اور اقتصادی عوامل

• غربت، ناخواندگی اور بے روزگاری: مسلم دنیا کی نوجوان آبادی میں تعلیم کا ناقص معیار اور وسیع پیمانے پر ہے۔ روزگاری انتہا پسندی کی زرخیز زمین ہے۔ وہ نوجوان جن کے پاس کوئی تعمیری راستہ نہیں ہوتا۔ انہیں انتہا پسند گروہ نہ صرف ایک مقصد

بلکہ مادی ترغیبات بھی فراہم کرتے ہیں۔ یہ گروہ دماغ سازی کے ذریعے ورغلا کر ان میں عقل والے افراد کو آسانی سے نشانہ بنا لیتے ہیں۔

• سماجی ناانصافی اور طبقاتی تقسیم :- دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور اشرافیہ کا کرپٹ نظام عوام میں انتقام کا شدید جذبہ پیدا کرتا ہے۔ انتہا پسند تنظیمیں خود کو اس نظام کے خلاف "انقلاب" کے علمبردار کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ اور اسی طرح عوام کے غصے کو استعمال کرتی ہیں۔

ج - نظریاتی اور مذہبی عوامل

• متشدد فرقہ واریت :- بعض مذہبی گروہوں میں فرقہ وارانہ نفرت اور دوسرے فرقوں کو کافر قرار دینے کا رجحان انتہا پسندی کو ہوا دیتا ہے۔ فرقہ وارانہ کشیدگی مسلح گروہوں کی تشکیل کا باعث بنی ہے۔ جو دوسرے فرقوں کے عبادت خانوں اور افراد کو نشانہ بناتی ہے۔

• جہاد کی غلط اور محدود تشریح : جہاد فی سبیل اللہ کے جامع تصور (جس میں اصلاحِ نفس، اقتصادی جہاد اور قلمی جہاد شامل ہیں) کو صرف مسلح جنگ تک محدود کر دینا۔ انتہا پسند گروہ قرآن و حدیث کے نصوص کو سیاق و سباق سے کاٹ کر تشدد کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ فکری کج روی ہی داعش جیسے گروہوں کی تشکیل کا نظریاتی بنیاد بنی۔

• جمود اور تنقیدی سوچ کا فقدان :- معاشروں میں فکری جمود اور مذہبی نصوص کی صرف سطحی اور تشریح پر اصرار، نقلی دور حاضر کے چیلنجز کا جواب دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسی نسل پروان چڑھتی ہے۔ جو دلیل کی بجائے جذبات اور تشدد پر یقین رکھتی ہے۔

امن، رواداری اور اعتدال کو فروغ دینے کے لیے عملی نفاذ:

اسلامی تعلیمات ایک مکمل ضابطہ حیات ہیں۔ جو شدت پسندی کی مکمل نفی کرتی ہیں۔ ان تعلیمات کو عملی طور پر نافذ کرنے کا راستہ امن رواداری اور اعتدال پر مبنی ہے۔

الف: اعتدال کی تعلیمات کا نفاذ

قرآنِ مجید میں مسلمانوں کو "امتِ وسط" (سورۃ البقرہ: ۱۴۳) قرار دیا گیا ہے۔

عملی اقدامات

ا: نصاب کی اصلاح:

طریقہ کار: کالج اور مدارس کے نصاب میں اسلامیات کی تعلیمات کو اس طرح ڈھالا جائے کہ وہ اعتدال پسندی، بین المذاہب ہم آہنگی اور تنقیدی سوچ کو فروغ دیں۔

مثال: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتابوں میں اعتدال اور انتہا پسندی کی نفی کے بیانیے کو باقاعدہ تعلیمی اداروں میں شامل کیا جائے۔

ب: مخالف بیانیے کی تیاری:

طریقہ کار: انتہا پسندانہ نظریات کا مقابلہ کرنے کے لیے ریاست اور جید علماء کی طرف سے ایک مربوط، ٹھوس اور پرکشش اسلامی بیانیہ تیار کیا جائے۔ یہ بیانیہ جہاد، حاکمیت اور تکفیر کے تصورات کی صحیح تشریح پر مبنی ہو۔

مثال:- پاکستان میں "پیغامِ پاکستان" جیسے متفقہ فتوؤں اور بیانیوں کو نچلی سطح پر فروغ دیا جائے۔ تاکہ فرقہ وارانہ نفرت کو روکا جا سکے۔

رواداری اور مساوات کا عملی فروغ

اسلام نے غیر مسلموں اور مخالف آراء رکھنے والوں کے ساتھ رواداری سلوک کا حکم دیا۔

الف: غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ:

طریقہ کار: ریاست مدینہ کے ماڈل پر عمل کرتے ہوئے تمام شہری مساوی ہیں۔ اقلیتی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔ اور آئین میں درج اقلیتی کمیشن کو حقیقی اختیارات دیے جائیں۔ تاکہ وہ بلا خوف اپنے حقوق کا دفاع کر سکے۔

حدیث کا نفاذ: حدیثِ نبوی ﷺ ہے۔

"جو کسی ذمی کو تکلیف دے گا۔ میں قیامت کے دن اس کا مدعی ہوں گا"۔ اس تعلیم کو ریاستی عملداری کا حصہ بنایا جائے۔

ب: اختلافِ رائے کا احترام:

طریقہ کار: مذہبی، سیاسی اور سماجی سطح پر

اختلافِ رائے کو فتنہ نہیں، بلکہ رحمت سمجھا جائے۔ تعلیمی اداروں اور منبر پر مکالمے اور مباحثے کی صحت مند روایت کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ تشدد کے بجائے دلیل کے ذریعے مسئلے حل کیے جا سکیں۔

فلاحی ریاست کے ذریعے امن کا قیام

امن کا دارومدار صرف نظریات پر نہیں۔ بلکہ عملی عدل پر ہے۔

الف: عدل و انصاف کی حکمرانی:

طریقہ کار:- معاشرے میں امن کے قیام کی پہلی شرط عدل کی فراہمی ہے۔ عدالتی نظام میں شفافیت اور فوری انصاف کو یقینی بنایا جائے۔ تاکہ غریب اور کمزور کو یہ یقین ہو کہ ریاستی اداروں سے مدد حاصل کر سکتا ہے۔ یہ انتہا پسندوں کے "اپنے عدالتی نظام" قائم کرنے کے بیانیے کو باطل کر دے گا۔

ب: اقتصادی شمولیت:

طریقہ کار: زکوٰۃ اور صدقات کے اسلامی نظام کو فعال کیا جائے۔ تاکہ دولت کی تقسیم متوازن ہو سکے۔ خصوصی طور پر پسماندہ علاقوں اور محروم نوجوانوں کے لیے ہنرمندی اور روزگار کے مواقع پیدا کیے جائیں۔ تاکہ انہیں انتہا پسندی کے دلدل میں دھکیلنے سے روکا جا سکے۔

ج: میڈیا اور سوشل میڈیا کا مثبت کردار:

طریقہ کار: الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کو سخت فرقہ وارانہ مواد کی روک تھام کے لیے فعال کیا جائے۔ مساجد کے ائمہ اور علماء کو سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم کو امن، رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کے پیغام کو مؤثر طریقے سے پھیلانے کے لیے تربیت دی جائے۔

خلاصہ

انتہا پسندی مسلم دنیا کی اندرونی کمزوریوں اور بیرونی سازشوں کا ایک نتیجہ ہے

اس چیلنج سے نمٹنے کا واحد پائیدار راستہ یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کے حقیقی جوہر یعنی "اعتدال" (وسطیت) اور "رواداری" (تسامح) کی طرف لوٹیں۔ اسلامی تعلیمات کا عملی نفاذ صرف تقاریر سے نہیں، بلکہ ٹھوس اقدامات، انصاف، نگرانی، معیاری تعلیم اور سماجی انصاف کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جب ریاست عوام کو عدل اور مواقع فراہم کرے گی۔ تب ہی انتہا پسند نظریات کی جڑیں سوکھ جائیں گی۔ اور امت مسلمہ دوبارہ عالمی امن کی ضامن بن سکے گی۔